نص اور تعبیرِ نص

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

نصّ اور تعبیرِ نصّ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلی کیشنز
365-ایم، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔
فون:(+92-42) 111-140-140 [EXT. 153], 3516 8514
فیکس: (+92-42) 3516 3354
یوسف مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اُردو بازار لاہور۔ فون: (+92-42) 3723 7695
www.minhaj.org www.minhaj.biz
mqi.salespk@gmail.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	نص اور تعبیرِ نص	
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور	
اِشاعت نمبر 1	:	فروری 1987ء	(3,000)
اِشاعت نمبر 2	:	نومبر 1987ء	(5,000)
اِشاعت نمبر 3	:	اکتوبر 2007ء	(1,100)
اِشاعت نمبر 4	:	مئی 2013ء	
تعداد	:	1,200	
قیمت	:	20/- روپے	

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے کیسٹس اور CDs و DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

fmri@research.com.pk

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

لَهَا مَعَانٍ کَمَوْجِ الْبَحْرِ فِی مَدَدٍ
وَفَوْقَ جَوْهَرِهٖ فِی الْحُسْنِ وَالْقِیَمِ

﴿صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۸۰/۱-۴ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چِٹھی نمبر ۲۰-۴-۸۷ جنرل و ایم ۴/ ۰۷۹-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چِٹھی نمبر ۶۷-۲۴۴۱۱ این۔۱/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چِٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۸۰۶۱-۶۳/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام تعلیمی اِداروں کی لائبریریوں کے لیے منظور شدہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن و حدیث کی ظاہر عبارت کو اِصطلاح میں 'نص' کہتے ہیں اور تشریح و توضیح کی بناء پر ان کے معنوی اطلاقات کو 'تعبیر' کہتے ہیں۔ نص کی مختصر تعریف یہ ہے:

مَا سِيْقَ الْكَلَامُ لِأَجلِهٖ.[1]

وہ جس کی خاطر کلام صادر ہوا ہو نص کہلاتا ہے۔

نص اور تعبیرِ نص کے فرق کو سمجھنا اس لیے ضروری ہے کہ نص کی بنیاد محض وحی پر ہوتی ہے، جب کہ تعبیر کی فہمِ اِنسانی پر۔ دونوں میں موجود فرق و امتیاز کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کے باعث ہر دو سے حاصل ہونے والے علم کی اَصل ماہیت اور نوعیت کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔ ہر چند کہ عرفِ عام میں اِجماع سے طے شدہ مسائل کو بھی اَحکامِ منصوصہ کے زمرے میں بھی شامل کیا جاتا ہے اور قیاسِ شرعی میں علتِ مؤثرہ کی شرائط کی صحت کے ضمن میں اس کو تسلیم بھی کیا گیا ہے لیکن اس وقت ہماری بحث نص کے صرف اُس تصور سے ہے جس کا تعلق قرآن و حدیث کی ظاہر عبارت سے ہے۔ چونکہ نص کے اپنے معنی میں ظاہر کا مفہوم پایا جاتا ہے، اس لیے جو کچھ عبارتِ قرآنی سے صریحاً عیاں ہوگا، نص کے حکم میں ہوگا اور جو کچھ اس سے ماخوذ و مستنبط ہوگا تعبیرِ نص کہلائے گا۔ فقہاے اسلام نے نصوص سے اِستنباطِ اَحکام کی چار صورتیں بیان کی ہیں:

---

(۱) شاشی، الأصول:۹۹

ا۔ عِبارۃُ النّص

یعنی کوئی حکم نص کی ظاہر عبارت سے ثابت ہو۔ اس میں کسی توضیح وتشریح یا تفسیر و تاویل کی اس لیے ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ مقصدِ کلام قصداً اور صراحتاً اَز خود معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

عِبَارَةُ النَّصِّ: فَهُوَ مَا سِيْقَ الْكَلَامُ لِأَجَلِهِ، وَأُرِيْدَ بِهِ قَصْداً.(۱)

عبارۃ النص سے مراد وہ حکم ہے جس کی خاطر کلام صادر ہوا ہو اور جو قصداً متکلم کا مدعا و مراد ہو۔

۲۔ اِشارۃُ النّص

یعنی کوئی حکم نص سے اشارۃً ثابت ہو۔ اس میں ذہن تھوڑے سے غور وفکر کے بعد اس امر کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جس کی نشان دہی نظمِ نص سے ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں فقہاء کا قول ہے کہ یہ حکم متکلم کا مقصد و مدعا نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ کہتے ہیں:

هُوَ غَيْرُ ظَاهِرٍ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَلَا سِيْقَ الْكَلَامُ لِأَجَلِهِ.(۲)

یہ حکم ہر لحاظ سے غیر ظاہر ہوتا ہے اور خود متکلم کا کلام بھی اس کی خاطر صادر نہیں ہوا ہوتا۔

---

(۱) شاشي، الأصول:۹۹

(۲) شاشي، الأصول:۱۰۱

۳۔ دَلالۃُ النّص

یعنی کسی حکمِ منصوص کی علت پر دلالت کرے۔ اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

فَهِيَ مَا عُلِمَ عِلَّةٌ لِلْحُكْمِ الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ، لُغَةً لَا اِجْتِهَاداً، وَلَا اسْتِنْبَاطاً.(۱)

گویا اس کے ذریعے منصوص حکم کی اصل علت کا پتہ چلتا ہے اور یہ علم کسی اِجتہاد اور قیاس و اِستنباط کے بغیر محض الفاظ کے معنی کو ہی سمجھنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

۴۔ اِقتضاء النّص

یعنی مزید کسی ایسے مقصد و مقتضٰی کو بیان کیا جائے جس سے نص کا معنی متحقق ہو سکے۔ اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

لَا يَتَحَقَّقُ مَعْنَى النَّصِّ إِلَّا بِهٖ، كَأَنَّ النَّصَّ اقْتَضَاهُ لِيَصِحَّ فِيْ نَفْسِهٖ.(۲)

یہ نص پر ایسی زیادتی ہے جس کے بغیر نص کے معنی متعین نہیں ہو سکتے جیسا کہ نص نے فی نفسہٖ اپنے معنی کی صحت کے لیے اسے چاہا ہو۔

اگر اس تقسیم کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تقسیم

(۱) شاشی، الأصول:۱۰۴

(۲) شاشی، الأصول:۱۰۹

دراصل تعبیرِ نصوص کے لیے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ درحقیقت صرف عبارۃ النص پر ہی لفظِ نص کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ باقی تینوں صورتیں تعبیرِ نص کی ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں خود فقہاء کا موقف یہ ہے کہ وہ نہ ظاہر ہیں اور نہ متکلم کا مدعائے کلام۔ اسی طرح تفسیر اور اَخذِ اَحکام کی خاطر نصوص کو مختلف اقسام پر مبنی تصور کیا جاتا ہے؛ مثلاً خاص و عام، مطلق ومقید، مشترک ومؤول، ظاہر وخفی، نص ومشکل، مفسر و مجمل، محکم ومتشابہ، حقیقت ومجاز اور صریح وکنایہ وغیرہ۔

ان تمام مباحث کا تعلق فی الواقع فنِ تعبیر سے ہے۔ خواہ اس کے نتیجے میں تفسیر وجود میں آئے یا شرحِ حدیث یا علمِ فقہ۔

نص بذاتِ خود ایسی تقسیم وتفصیل سے مبرا ہے۔ وہ تمام سرمایۂ علم جو تعبیرِ نص سے وجود میں آتا ہے اِحتمالِ خطاء سے پاک نہیں ہوسکتا۔ اس کا انحصار عقل وفہمِ انسانی پر ہوتا ہے، جب کہ نص سراسر مبنی بر وحی ہونے کی بناء پر اس احتمال سے منزہ ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰیo اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰیo(۱)

اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتےo اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہےo

نص کی صحت و واقعیت اور حتمیت وقطعیت کا اندازہ اس امر سے لگایئے کہ قرآن اس کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتی رائے کے خیال کی بھی نفی کر رہا ہے حالانکہ وہ بھی احتمالِ خطا سے پاک تھی۔ لیکن تعبیر کلیتًا ذہنِ انسانی کی تراشیدہ

(۱) النجم، ۵۳:۳-۴

ہوتی ہے کیونکہ اس کی بنیاد ہی استنباط و استخراج پر ہے۔ اس کا اشارہ اس ارشادِ ربانی میں ملتا ہے:

لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ.(۱)

تو ضرور ان میں سے وہ لوگ جو (کسی) بات کا نتیجہ اَخذ کر سکتے ہیں۔

چنانچہ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ نص عینِ اِرشادِ باری تعالی کا ظاہر و مدعا ہے اور تعبیرِ نص اس سے مسائل و اَحکام کا استنباط۔ اس بنیادی نکتے کو سمجھ لینے کے بعد نص اور تعبیر نص کے اہم امتیازات واضح ہو جاتے ہیں، جنہیں بالترتیب اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

تعبیرِ نص کا موضوع یہ ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ جب کہ نص کا موضوع یہ ہے کہ حقیقت تک رسائی کیسے ہو؟ گویا تعبیر مقصد کو جاننے سے عبارت ہے۔اور نص مقصد کو پانے سے۔

اِس سے یہ اَمر طے پا گیا کہ تعبیر کا مسئلہ علم ہے اور نص کا عمل۔

۱۔ علم شک سے شروع ہوتا ہے اور عمل یقین سے۔

۲۔ علم میں اِدراک کو بنیادی اَہمیت حاصل ہے اور عمل میں اِرادے کو۔

۳۔ علم کا کام توجیہ و تعلیل ہے اور عمل کا تخلیق۔

یہی وجہ ہے کہ تعبیر کا موضوع ہمیشہ سے قرآن رہا ہے اور قرآن کا موضوع ہمیشہ سے اِنسان۔

تعبیر کا مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کیا ہے؟ اور اس کے سمجھنے کے تقاضے کیا

(۱) النساء، ۴:۸۳

ہیں؟

علمِ تفسیر ہو یا علمِ حدیث، علمِ فقہ ہو یا علمِ کلام؛ یہ تمام علوم و فنون کتاب و سنت کی تعبیرات سے عبارت ہیں۔ ہمارے دینی مدارس میں نصوصِ قرآنی کی ہی تعبیرات ہمیشہ شاملِ نصاب رہی ہیں۔ نص بذاتِ خود حصۂ نصاب نہیں رہی۔ گویا تفسیر قرآن کا بدل تصور ہونے لگی ہے۔ تفسیر یا تعبیر کی احتیاج چونکہ عصری ضرورتوں کے تحت پیدا ہوتی ہے، اس لیے زیادہ وقت گزر جانے کے بعد سابقہ تعبیرات و تفسیرات نئے اَدوار کی علمی و عملی تمام ضرورتوں کو پورا نہیں کر پاتیں۔ چنانچہ مفسر کو اَز سرِ نو عصری تقاضوں کے مطابق تعبیر کی حاجت محسوس ہوتی ہے۔ ہر دور میں ہمارے علماء مخصوص علمی ضرورتوں کے تحت فنِ تعبیر کے اصولوں کو فروغ دیتے رہتے ہیں لیکن سوء اتفاق سے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے- جو سرے سے تفسیر و تعبیر کا موضوع ہی نہ تھے- آج تک براہِ راست نص سے حتمی و قطعی ہدایت اَخذ کرنے کا منہاج وضع نہ ہوسکا۔ یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر میں متداول تعبیراتی علوم اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ملتِ اِسلامیہ کی اجتماعی اور بین الاقوامی زندگی پر محیط زوال و انحطاط کو ختم کرنے اور اسے باعظمت انقلاب سے ہم کنار کرنے میں بے اثر اور عقیم ثابت ہوئے ہیں۔ ان علوم کی عملی زندگی پر اثر انگیزی اور نتیجہ خیزی کا فقدان دراصل ان کی کمزوری یا نقص نہیں، کیونکہ یہ مسئلہ شروع سے ہی ان کے حیطۂ اَثر میں نہ تھا۔ غلطی اور کمزوری فی الحقیقت اُس ذہن کی تھی جس نے ان کو نصِ قرآنی کا بدل بنا دیا تھا اور اس نے ان تعبیراتی علوم کے ذریعے اس عملی نتیجہ کے پیدا ہونے کی آرزو کی تھی جو صرف نص کی ہدایت سے حاصل ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ارشادِ قرآنی بالکل ناطق تھا:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ

يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَبِيۡرًاۙ (۱)

بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے اور ان مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری سناتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہےo

اور انفرادی و اجتماعی سطح پر قوم کی حالت بدلنے کے لیے نصِ قرآنی اس قدر آسان اور واضح و غیر مبہم نصیحت کا درجہ رکھتی ہے کہ بلاتعبیر و تاویل اس سے نتیجہ خیزی کی ضمانت میسر آتی ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

وَ اِنَّهٗ لَذِكۡرٌ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَ. (۲)

اور یقیناً یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے عظیم شرف ہے۔

نص اور تعبیرِ نص کے حیطۂ ہائے اثر کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ دین کی دونوں حیثیتوں کا صحیح مفہوم ہو۔ دینِ اسلام ایک اعتبار سے دو حیثیتوں کا حامل ہے: معیاری دین اور معمول بہ دین۔ معیاری دین سے مراد وہ دینی جد و جہد ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے مقصدِ بعثت کی تکمیل سے عبارت ہو اور یہ قرآن کے مطابق علمِ دینِ حق کی جد و جہد ہے۔ اِرشادِ باری تعالی ہے:

هُوَ الَّذِيۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ

(۱) الإسراء، ۱۷:۹
(۲) الزخرف، ۴۳:۴۴

كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○[1]

وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب اَدیان پر غالب و سربلند کردے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں○

حضور نبی اکرم ﷺ نے قرآن کی صورت میں اپنے مقصدِ بعثت کا اس طرح اعلان فرمایا اور اس کے بعد غلبہ دینِ حق کی خاطر عظیم انقلاب کی جنگ شروع ہوگئی، جو ہجرت سے لے کر متعدد سرایا و غزوات کے بعد فتحِ مکہ اور حجۃ الوداع کے اعلان پر منتج ہوئی۔ اور قرآن حکیم نے مقصدِ بعثتِ محمدی کی تکمیل کا اعلان ان لفظوں میں کیا:

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.[2]

آج کافر لوگ تمہارے دین (کے غالب آجانے کے باعث اپنے ناپاک ارادوں) سے مایوس ہوگئے، سو (اے مسلمانو!) تم ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرا کرو۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطورِ) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔

(۱) الصف، ۹:۶۱

(۲) المائدۃ، ۳:۵

اس اعلان میں کفار کی مایوسی، دین کی تکمیل اور نعمتِ الٰہیہ کے اِتمام کا معنی تھا کہ قرآن اور پیغمبرانہ قیادت و سیادت سے ہم نے تمہیں ایسی ہدایت عطا کردی ہے جس میں ابد الآباد تک عالم کفر و طاغوت کے خلاف دینِ حق کے غلبے کی قطعی حتمی ضمانت ہے اور غلبۂ حق کی ضمانت کی بنیاد صاف ظاہر ہے کہ نصوصِ قرآن وسنت کو ہی قرار دیا جا رہا تھا نہ کہ تعبیری علوم کو۔ کیونکہ وہ اس وقت معرضِ وجود میں بھی نہیں آئے تھے۔ نص کی ہدایت نے معاشرہ انسانی میں ایک ہمہ گیر انقلاب بپا کر دیا اور اب اس انقلاب کے نتائج وثمرات کو محفوظ کرنے کے لیے ایک ایسے جامع اور مفصل نظام حیات کی ضرورت تھی جس کے مطابق معاشرہ نجی، قومی اور عالمی سطح پر زندگی بسر کر کے اپنے دینی، اخلاقی، روحانی اور دنیوی فضائل و اقدار کو - جو اس انقلاب نے پیدا کیے تھے - محفوظ کر سکے۔ یہ کام سرانجام دینے کے لیے کتاب وسنت کی بنیاد پر تعبیری علوم وضع کیے گئے۔ ان تعبیری علوم نے معمول بہ دین کی حفاظت کا فریضہ سر انجام دیا۔

معمول بہ دین دراصل شریعت، طریقت اور مسالک کا نام ہے۔ شریعت اَحکام سے بحث کرتی ہے؛ طریقت اَخلاص و ریاضت سے اور مسالک عقائد سے۔ ان کی بنیاد پر فقہ، تصوف اور علم کلام کی تدوین ہوئی۔ یہ سب تعبیرِ نص کے مختلف دائرے تھے اور ان کا کام اپنے اپنے دائرہ کار میں صرف ان اَقدار و فضائل کو محفوظ کرنا اور فروغ دینا تھا جو معیاری دین کی جد و جہد سے بذریعہ اِنقلاب پہلے وجود میں آچکے تھے۔ چنانچہ یہ تعبیری علوم اور معمول بہ دین کے مختلف شعبے معاشرے میں بالفعل موجود فضائل کو محفوظ تو کر سکتے تھے لیکن مٹ کر ختم شدہ اَقدار کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے کہ ان کا کام ہی یہ نہ تھا۔ مٹی ہوئی معاشرتی اَقدار اور ختم

شدہ اِنسانی فضائل کو تعبیری علوم کے حوالے سے نہیں بلکہ براہِ راست نصوصِ کتاب و سنت کی ہدایت سے زندہ کیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا جب تک تاریخِ اسلام میں اسلام کا سیاسی غلبہ بحال رہا اور اَقدار و فضائلِ حیات کسی نہ کسی صورت میں زندہ رہے، اُس وقت تک شریعت، طریقت اور مسالک کے علوم وفنون بھی اپنا اپنا فریضہ مؤثر طور پر انجام دیتے رہے۔ وہ معاشرہ میں ظاہری و باطنی طور پر نظم وضبط و اِنقیاد پیدا کرتے رہے لیکن جب سیاسی غلبہ اِسلام کے ہاتھ سے چھن گیا اور محکومی و غلامی کے باعث مسلم سوسائٹی اِسلامی فضائل و اَقدار سے محروم ہوگئی تو ان شعبوں کا عمل بھی مختل اور غیر مؤثر ہوگیا، اور ان کا کوئی اثر (impact) معاشرے کی عملی زندگی پر باقی نہ رہا۔ تعبیرِ نص پر مبنی علوم وفنون جس قدر بھی ترقی کر جائیں اور ان میں جتنا بھی اجتہاد ہو، اب مسلمانوں کو زوال و اِنحطاط کی موجودہ کیفیت سے باہر نہیں نکال سکتے۔ اس لیے اب پھر سے ختم شدہ اَقدار و فضائل کو زندہ کرنے کے لیے ایک ہمہ گیر انقلاب کی ضرورت ہے جو صرف کتاب وسنت کی نص پر مبنی ہدایت سے ہی بپا کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد تعبیری علوم اپنا کردار اور اِعتماد بحال کراسکیں گے۔